کشمیر ابوالفضلؔ کی نظر میں

ایک تنقیدی جائزہ

تحریر:- ڈاکٹر محمد صدیق
لیکچرار شعبہ فارسی کشمیر یونیورسٹی سرینگر

ہندوستان میں فارسی زبان وادب کی ترویج کا سنہری زمانہ اکبر کا زمانہ (۹۶۳ - ۱۰۱۴ھ) ہے۔ اس عظیم المرتبت شہنشاہ کے زمانے میں جہاں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیادیں مستحکم ہوئیں وہاں علوم وفنون کے تقریباً تمام شعبوں نے بھی بے پناہ ترقی پائی۔ فارسی شعروشاعری کے میدان میں فیضی، غزالی مشہدی۔ عرفی شیرازی، عبدالرحیم خان خانان وغیرہ جیسے نامور شاعر پیدا ہوئے۔ اسی طرح اکبر کے دورِ اقتدار میں فارسی نثر میں بھی اس صدی کے ممتاز دانشور جیسے عبدالقادر بدایونی۔ ہندوشاہ فتح اللہ شیرازی وغیرہ دربار اکبری کے زینت بنے رہے۔ انہی بلند پایہ شخصیتوں میں سے ابوالفضل علامی بھی شامل ہے جس نے اپنے رشحات قلم سے اکبری دربار کو چار چاند لگاتے بلکہ اکبر کا نام تاریخ ہند میں زندہ وجاویدان رکھا ابوالفضل اور فیضی دونوں ہندوستان میں فارسی زبان وادب کو ترویج دینے کے سلسلے میں دو اہم ستون ہیں فیضی اکبر کا درباری شاعر تھا اور ابوالفضل اس کا قابل اعتماد وزیر ہونے کے علاوہ اس کا درباری مؤرخ بھی تھا۔ اس نے اکبر کے زمانے کے حالات اپنی تصنیف اکبر نامہ اور آئین اکبری میں تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ زیر نظر مقالے میں میں نے کشمیر کے سیاسی سماجی اور اقتصادی حالات سے متعلق ابوالفضل کے نظریئے پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

Scanned by CamScanner

یہ امر قابل توجہ ہے کہ اکبر ہندوستان کا پہلا فرمانروا ہے جس نے ۹۹۴ھ میں کشمیر کو مسخر کر لیا۔ اکبر کی فتح کشمیر سے قبل اس خطے میں خود مختار مقامی مسلمان حکومت قائم تھی۔ چنانچہ کشمیر فتح ہونے کے ساتھ ہی یہاں کی خود مختار حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور کشمیر مغلیہ سلطنت کا ایک صوبہ بن گیا۔ اس طرح سے مغلوں کے لئے پہلی بار فردوس روئے زمین کے دروازے کھل گئے جب انہیں اپنے آبائی وطن وسط ایشیا کی یاد ستاتی تھی تو کشمیر آکر تسکین قلب حاصل کر لیتے تھے گویا اسی لئے اکبر نے کشمیر کو خالصہ سرکار بنایا تھا اکبر ابوالفضل کے قول کے مطابق فتح کشمیر یعنی ۹۹۴ھ سے اپنی وفات یعنی ۱۰۱۴ھ تک تین مرتبہ گلشن سرائے کشمیر کی سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہوا چنانچہ ابوالفضل رقمطراز ہے "دو گیتی خداوند سہ بار ازین راہ بہ گلشن سرای کشمیر در آمد"۔ اکبر کے ساتھ قرابت کے پیش نظر ابوالفضل کشمیر کی مسافرت کے دوران تینوں مرتبہ اپنے آقا کے ہم رکاب تھا۔ اس طرح اسے کشمیر کو نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع فراہم ہوا۔ ابوالفضل نے جو کچھ بھی کشمیر میں دیکھا اور جس چیز نے اسے سب سے زیادہ متأثر کیا۔ اس نے اس کی تصویر اکبر نامہ اور آئین اکبری میں کھینچی ہے اس نے کشمیریوں کی اجتماعی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی زندگی کے علاوہ لوگوں کے آپسی میل وملاپ، ان کی طرز زندگی ان کے کردار و اطوار، ان کی عبادت گاہوں، زاویوں، خانقاہوں، سیرگاہوں، ادیبوں، دانشوروں، شاعروں، مطربوں، موسیقاروں نیز کشمیری زبان اور اس کے ادب پاروں اور کشمیریوں کے رسومات و خرافاتی عقاید کا گہرا مطالعہ کر کے اس کی تفصیل نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج کی ہے۔

ابوالفضل نے اپنی نگارشات میں کشمیریوں کے کردار و اطوار کو ایک مشکوک انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ابوالفضل جس طرح اور جیسے بھی چاہتا تھا اپنے آقا اکبر کو اطلاعات فراہم کرتا تھا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اکبر جیسے فاتح اور زبردست بادشاہ کی لشکر جرار کو دو بار کشمیری افواج کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانا پڑی چنانچہ اکبر کی فوجیں اس وقت کشمیر کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوسکیں جب کشمیر میں شیعہ سنی فسادات کے پیش نظر حالات ناساعد تھے جن سے اکبر نے پورا فایدہ اٹھایا۔ ابوالفضل جیسا چاپلوس ادیب اپنے

Scanned by CamScanner

آقا کو خوش کرنے کیلئے جہاں جہاں کشمیریوں کے کردار کی بات چھیڑتا ہے وہاں انہیں فریب کار تصور کرتا ہے چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتا ہے:۔

"کاجی چک چون رقم استقلال از جبہۂ احوال مرزا حیدر خواند بمقتضائ فریب و خداع (کہ کشمیری ازان گریز ندارد) از کشمیر برآمدہ پیش شیر خان رفتہ"[۲۲] اتنا ہی نہیں بلکہ ابوالفضل اس مرز و بوم کے آدمی کو سب سے بری شئے تصور کرتا ہے اور لکھتا ہے: "زبون ترین این مرز و بوم (کشمیر) آدمی ہے"[۲۳] لیکن تھوڑا آگے چل کر فاضل مصنف اظہار تعجب کرتا ہے کہ کشمیر میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہونے اور سرمایہ زندگی کی کمی کے باوجود یہاں چور اور بھیک مانگنے والے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ چنانچہ ابوالفضل رقمطراز ہے:۔

"و شگفت آن کہ باوجود بسیاری مردم و کمی سرمایۂ زندگی دزدی و دریوزہ گری کم"[۲۴]

ابوالفضل کا یہ بیان کس قدر مضحکہ خیز نظر آتا ہے۔ ایک طرف تو وہ کشمیر کی سب سے بری شئے یہاں کے لوگوں کو تصور کرتا ہے اور دوسری طرف ان لوگوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ غریب اور نادار ہوتے کے باوجود یہ لوگ چوری نہیں کرتے، ہاتھ نہیں مارتے۔ ڈاکہ نہیں ڈالتے اور کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے سچائی اور حقیقت کو ابوالفضل نہیں چھپا سکا۔ سچائی خوشبو کی طرح ہے جو چھپائے نہیں چھپتی۔ دراصل یہ کشمیری عوام کی خودداری اور اس ظلم و جبر کا عکس العمل ہے جو کشمیریوں نے بالخصوص اکبر کے زمانے میں ہندوستان کے ساتھ ضم ہونے کے بعد بھی نہیں گنوایا کیونکہ اکبر نے کشمیر کے بہادر لوگوں کو کسی نہ کسی بہانے چن چن کر قتل کرایا اس ظلم و جبر کے خلاف کشمیریوں نے اگر کوئی ردِ عمل دکھایا یا غلامی میں ذلت آمیز زندگی گذارنے پر زندگی کے آخری سانس تک مغل فوجوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کو ترجیح دی تو یہ ننگ ابوالفضل کو چاہیے کہے۔ خود ابوالفضل نے کشمیری عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کی کہیں بھی اکبر نامہ یا آئین اکبری میں پردہ کشائی نہیں کی ہے اور کیوں نہیں کی اس پر اظہار نظر کرنا بے لاگ مؤرخین کا کام ہے۔

ابوالفضل کی نظر کشمیر کے شائستہ لوگ یہاں کے برہمن ہیں جن کے بارے میں وہ لکھتا

Scanned by CamScanner

ہے کہ:۔ "انہوں نے اپنے اسلاف کی تقلید اور عادت کو ترک نہیں کیا ہے اور خدائے قادر کی عبادت بے لوث طریقے سے کرتے ہیں اس کے علاوہ اپنے مذہبی مقابلہ کے مخالفین کے بارے میں بدسلوکی نہیں کرتے۔ دنیوی مال و متاع کی خاطر چاپلوسی اور تگ و دو نہیں کرتے۔ ہمیشہ میوہ دار درخت لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی روزی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ گوشت نہیں کھاتے ہیں اور ازدواج نہیں کرتے اس طرح کے دو ہزار لوگ کشمیر میں اس وقت موجود ہوں گے۔"[۵]

ابوالفضل کے اس بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ برہمنوں کی بجائے ریشی مسلک کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسلمان عابدوں، زاہدوں اور صوفیوں کو کشمیر کے شائستہ کردار لوگ لکھتا ہے جو کشمیر میں عرف عام میں ریشی کہلاتے ہیں لیکن غلطی سے انہیں برہمن تصور کیا ہے کیونکہ اکبر کے زمانے میں کشمیری برہمن شادیاں بھی کرتے تھے اور ان کی تعداد دو ہزار سے کہیں زیادہ تھی بلکہ ابوالفضل ایک اور جگہ اپنے پہلے بیان سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "قوم برہمن بسیار"[۶] یعنی کشمیر میں برہمنوں کی تعداد بہت ہے۔

ابوالفضل نے اوپر جو صفات برہمنوں کی بیان کی ہیں وہ درحقیقت ریشی مسلک سے وابستہ صوفیا میں پائی جاتی ہیں چنانچہ اس کی تصدیق جہانگیر کی تزک جہانگیری کے علاوہ اس کے معاصر مؤرخ[۷] "کامگار حسینی کی مآثر جہانگیری سے بھی ہوتی ہے۔ دونوں کا نظریہ کشمیری ریشیوں کے بارے میں ایک ہی ہے تزک جہانگیری سے ماخوذ عبارت کے مندرجہ ذیل ترجمہ پر ذرا غور کیجئے اور دیکھئے کہ یہ ابوالفضل کی عبارت کے ساتھ کس قدر مطابقت اور مماثلت رکھتی ہے۔

"کشمیر میں ایک طائفہ ایسا بھی موجود ہے جنہیں ریشی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ علم و معرفت سے نا آشنا ہوتے ہیں لیکن خرض مندی اور ظاہر آرائی کے بغیر زندگی گذارتے ہیں اور کسی بھی شخص سے بری طرح پیش نہیں آتے۔ نیازمندی کا ہاتھ کسی بھی شخص کے پاس دراز نہیں کرتے اور نہ ہی احتیاج کے لئے کسی کے آگے اظہار آرزو کرتے ہیں۔ گوشت قطعی نہیں کھاتے اور شادی بھی نہیں کرتے۔ ہمیشہ صحراؤں میں میوے دار درخت اس نیت سے لگاتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان سے بہرہ ور ہوں اور خود ان کے پھلوں کے متمنی

Scanned by CamScanner

نہیں رہتے۔ ایسے ہی تقریباً دو ہزار ریشی آج کل کشمیر میں موجود ہوں گے۔"[7]

بعض فرمانرواؤں اور اس دور کے دوسرے مورخین کی طرح ابوالفضل بھی کشمیر کو ایک دلکش ملک اور باغ ہمیشہ بہار کے ناموں سے یاد کرتا ہے جو جمال پرستوں کے لئے عشرتگاہ اور گوشہ تنہائی میں بیٹھنے والوں کے لئے ایک زاویہ خلوت ہے۔ کشمیر کی آب و ہوا خوشگوار، پانی گوارا اور نشاط افزا اور رم جم کرنے والے آبشار روح کو نئی تازگی اور شادابی بخشتے ہیں۔ چنانچہ ان لالہ زاروں کو دیکھ کر وہ لکھتا ہے۔ "زمین آبی وللی۔ جلگہای روح افزا۔ بنفشہ، گل سرخ ونرگس خودرو صحرا صحرا۔ شمارۂ گلہا اندازہ برنتابد۔ بہار و خزانش بس شگرف است"[8] اس طرح سے ابوالفضل کشمیر کے ظاہری حسن و جمال اور فطری خوبصورتی کا معترف ہے اس کے علاوہ اس نے کشمیری فن کاروں اور ہنرمندوں کی فراوانی اور ان کے ہاتھ کے بنائے ہوئے فن پاروں میں سے پشمینہ کاری کے بارے میں لکھا ہے کہ پشمینہ کو دنیا کے مختلف ممالک میں بطور تحفہ و نذرانہ قبول کیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے "گوناگون پشمینہ بشائستگی انجام گیرد۔ خاصہ شال کہ بہ ہفت کشور ارمغانی برند"[9] لیکن کشمیریوں اور خصوصاً ہنرمندوں اور فن کاروں کی قسمت میں "سوائے جامۂ تار تار" کے اور کچھ میسر اور نصیب نہیں ہوتا۔ یہاں پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مطلق الانسانیت کے دور میں کشمیریوں کی اس فلاکت اور بدحالی نے کشمیری نسل شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کو بھی رلا دیا تھا جب انہوں نے کہا۔

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ
نعیب تنش جامۂ تار تاری

ابوالفضل نے کشمیریوں کے لباس کے بارے میں لکھا ہے کہ "بیشتر پوشش پشمین است"[10] لیکن لوگوں کی مفلسی کا یہ حال ہے کہ "یک جامہ را چند سال بکار برند"[11]۔ اس طرح سے اگرچہ ابوالفضل اکبر کے زمانے میں کشمیریوں کی زبوں حالی کو کھلم کھلا بیان نہیں کرتا لیکن اس کے قلم سے کشمیریوں کی تعریف یا ذم میں ایسے کلمات آمڈ پڑے ہیں جن سے اکبر کے

Scanned by CamScanner

زمانے میں یہاں کے لوگوں کی حالت زار کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ابوالفضل کشمیریوں کے ذوق سلیم کا صاف الفاظ میں اعتراف نہیں کرتا لیکن اس کے قلم سے بحار و ناچار کشمیریوں کی فن تعمیر کے سلسلے میں یہ الفاظ بے تحاشا نکلتے ہیں جیسا کہ جہانگیر نے بھی اپنی توزک میں لکھا ہے کہ کشمیری لوگ اپنے گھروں کو خوشبودار صنوبر کی لکڑی سے اور چار طبقوں تک تعمیر کرتے ہیں۔ چھت پر مٹی ڈالتے ہیں۔ جس میں رنگ برنگ کے گل لالہ کے بیج بوتے ہیں جو ہر سال بہار کے موسم میں کھلتے رہتے ہیں اور بہت ہی خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ اور اپنی مہک سے فضا کو معطر بناتے ہیں۔ حسنِ فطرت سے لطف اندوز ہونے کا یہ ذوق کشمیریوں کا خاص ذوق ہے[12]۔ اور ابوالفضل اس کے بارے میں رقمطراز ہے کہ "خانہا ہمہ چوبین۔ چہار آشیانہ وافزون سازند۔ دیوار بند رسم نہ باشد۔ بر فراز سقف لالہ کارند و در بہار شگفت بنمائش دہد[13]۔"

ابوالفضل غالباً پہلا مغل مؤرخ ہے جس نے کشمیر کی زبان کے بارے لکھا ہے کہ اس قوم کی ایک الگ اور جداگانہ زبان ہے جس میں یہ گفتگو کرتے ہیں[14] البتہ اس کا یہ کہنا کہ دانش نامہ بزبان سنسکرت دارند یعنی ان کا علمی سرمایہ سنسکرت زبان میں محفوظ ہے۔ یہ صحیح دکھائی نہیں دیتا کیونکہ اکبر کے زمانے سے کوئی پونے دوسو سال پہلے کشمیر میں فارسی زبان و ادب کا رواج ہو چکا تھا۔ اس زبان نے یہاں سلطان زین العابدین بڈشاہ کے زمانہ اقتدار (۸۲۳ھ-۸۷۴ھ / ۱۴۲۰-۱۴۷۰) میں سرکاری اور علمی زبان کا درجہ پایا تھا۔ سلطان موصوف کے زمانے سے اکبر کے زمانے تک ایک سو ۹۰ سال کا عرصہ گذرا۔ اس عرصہ کے دوران کشمیر نے فارسی زبان میں بڑے بڑے سربرآوردہ دانشور، قلمکار، ادیب شعرا وغیرہ پیدا کئے۔ ہیں اور ان میں سے بیشتر ادیب دانشور اور شعرا کی تخلیقات فارسی میں ہی موجود ہیں۔ صرف اکبر کے زمانے میں ہی ہزاروں کی تعداد میں شعرا علما اور مورخین موجود تھے خود اکبر کے زمانے میں کشمیر میں تحریر کی جانے والی معاصر فارسی تاریخ بہارستان شاہی ہے۔ مغل عہد کے معروف ترین شعرا میں شیخ یعقوب صرفی کشمیری، بابا داوود خاکی، حبیب اللہ نوشہری، مظہری کشمیری۔ ادہمی کشمیری، ذہنی کشمیری، میرم بزاز کشمیری وغیرہ اور ادیبوں دانشوروں اور دینی پیشواؤں میں سے بابا حیدر رتلہ مولی، اسحق قاری

ملاّ کمال الدین کشمیری، بابا علی رینہ، ملاّ محمد حسین خباز ابوالفقرا، نصیب الدین غازی۔ ملاّ جوہر ناتھ وغیرہ سب سے زیادہ مشہور ہیں یہ دوسری بات ہے کہ اس زمانے کے اکثر و بیشتر ادیبوں اور شعرا نے دربار اکبری میں جاکر اکبر کی مدح میں قصاید کہنا اپنے لئے عار سمجھا۔ اس عہد کے سب سے ممتاز شاعر اور دانشور شیخ یعقوب صرفیؔ باایں ہمہ کہ ان کی دربار اکبری میں آمد و رفت تھی اس نے بھی اکبر کی مدح میں قصاید کہہ کر اپنی زبان کو آلودہ نہیں کیا چنانچہ صرفیؔ خود کہتا ہے۔ ے

چون غنی از عالیانم چرا | مدح سلاطین بود آئین مرا
نی بکسی مدح بگویم نہ قدح | شکر خدا فارغم از مدح و قدح[۱۳]

ان تمام دلایل کے بیش نظر ابوالفضل کو بجائے اس کے کہ وہ " دانش نامہ ہا بزبان سنسکرت " لکھتا اس میں لفظ کہن کو اضافہ کر کے یوں لکھنا چاہیئے تھا کہ " دانش نامہ ہای کہن بزبان سنسکرت " تو بات بن جاتی

کشمیر میں متداول رسم الخط کے بارے میں ابوالفضل لکھتا ہے کہ :۔

" نیز خط جداگانہ دارند۔ بدان کتاب ہا نویسند[۱۴]۔ یعنی کشمیریوں کا رسم الخط بھی جداگانہ ہے جس میں یہ کتابیں رقم کرتے ہیں۔

ابوالفضل کس خط کو کشمیریوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے وضاحت طلب مسئلہ ہے۔ اس زمانے میں کشمیر کا کوئی مخصوص اور جداگانہ رسم الخط موجود نہیں تھا۔ البتہ کتب خانوں میں موجود اس زمانے میں تحریر ہوچکے مخطوطات اور قراین سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالفضل شارداخط کو غالباً کشمیر کا مخصوص رسم الخط تصور کرتا ہے۔ لیکن جیسا معلوم ہے یہ خط صرف سنسکرت کی کتابوں کے ساتھ یا زیادہ سے زیادہ کشمیری زبان کی ان کتابوں کے ساتھ جو کشمیر کے مقامی ہندوؤں نے لکھی ہیں مخصوص تھا۔ جہاں تک فارسی زبان کا تعلق ہے یہ اس زمانے میں ایران میں متداول رسم الخط یعنی نستعلیق میں لکھی جاتی تھی۔ چنانچہ اکبر کے زمانے میں کشمیر نے عربی و فارسی کے مشہور آفاق خطاط پیدا کئے جن میں سے بعض تو دربار اکبری کی بھی زینت تھے بلکہ جہانگیر اور اکبر کے زمانے کا سب سے بڑا اور معروف خطاط جس کو اکبر نے زریں قلم کے خطاب سے نوازا تھا۔ ملا محمد حسین زریں قلم کشمیری ہے۔ ابوالفضل

خود اس کے بارے میں آئین اکبری میں لکھتا ہے کہ " جادو رقمی کہ در ظل سریر خلافت صاحب این نقش دلپذیر (نستعلیق) توان گفت، محمد حسین کشمیری ست و بہ خطاب زرین قلمی روشناس آفاق"[17]

جہانگیر توزک میں اس کے بارے میں لکھتا ہے: " ملا محمد حسین کشمیری کہ سر آمد خوش نویسان زمان بود"[18]

ابوالفضل کے دوسرے معاصر کشمیری خطاط جو اس فن میں استادی کے درجے تک پہنچے ہوئے تھے اور اکبری دربار کے ساتھ بھی وابستہ تھے۔ میں سے علی چمن کشمیری، محمد مراد شیرین قلم کشمیری اور ملا محسن کشمیری معروف ہیں۔ اس بیان سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ ابوالفضل جس خط کو کشمیریوں کا مخصوص خط تصور کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ علمی سرمایہ اسی زبان اور خط میں موجود ہے یہ صحیح نظر نہیں آتا بلکہ اس خط میں جو کتابیں تحریر کی جاتی تھیں وہ سنسکرت یا زیادہ سے زیادہ بعض کشمیری کتابیں تھیں اور شاردا میں تحریر ہوتی تھیں لیکن تمام متداول علوم و ادبیات کے لئے یہ خط مروج نہیں تھا۔

ابوالفضل کے مطابق کشمیری اولاً زیادہ تر بھوج پتر جس کے اوراق سالہا سال تک محفوظ رہ سکتے ہیں لکھتے تھے۔ اس زمانے میں ممکن ہے کہ زیادہ تر لوگ بھوج پتر پر ہی لکھتے ہوں گے لیکن ابوالفضل نے کشمیر کی کاغذ سازی کی صنعت کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ یاد رہے کہ کشمیر میں کاغذ سازی کی صنعت کا آغاز سلطان زین العابدین بڈشاہ کے زمانے سے ہوا تھا۔ چنانچہ اس عظیم المرتبت بادشاہ نے کشمیر سے بہت سے ہنرمندوں اور فنکاروں کو تربیت حاصل کرنے کی غرض سے سمرقند بھیجا۔[19] سمرقند اس زمانے میں چین کے بعد کاغذ سازی کا غالباً سب سے بڑا مرکز تھا۔ ابوالفضل نے یہاں کی مقامی کاغذ سازی کی صنعت کو نظر انداز کر کے صرف بھوج پتر کے بارے میں اپنی اطلاعات فراہم کی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اس زمانے میں کشمیر میں کاغذ سازی کی صنعت میں ایک بڑا انقلاب رونما ہوا تھا۔ نئے قسم کا کاغذ اسی زمانے میں یا اس سے قبل کے زمانے میں کشمیر میں ایجاد ہوا تھا جس پر سے روشنائی دھونے سے بالکل ہی محو ہو جاتی تھی۔ کشمیر میں بنا ہوا یہ کاغذ دنیا کے بہت سے ملک میں لوگ

Scanned by CamScanner

بطور تحفہ وارمغان لے جاتے تھے۔ ابوالفضل کے معاصر کشمیری شاعر اور دانشور شیخ یعقوب صرفی نے جن کے ملا عبدالقادر بدایونی سے ساتھ دوستانہ روابط قایم تھے اپنے ایک مراسلے میں بدایونی کو اس کاغذ کی خصوصیات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

اگر حاجت بہ کاغذ کشمیری برای مسوّدات باشد۔ اعلام نمایند تا بسند از کشمیر مسودۂ تفسیر خود فرستند کہ نقوش آن از کاغذ بشستن چنان اسے رود کہ ہیچ اثری از سیاہی نماند۔ چنانچہ تجربہ کردہ باشند۔ [۲۰]

گویا اس زمانے کے کشمیری کاغذ کی نمایاں خوبی یہ تھی کہ دھوتے سے اس کی ساری روشنائی بالکل محو اور صاف ہو جاتی تھی۔

ابوالفضل کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیر میں اسلام کے بارے میں اس کا نظریہ صاف نہیں وہ کشمیر میں اسلام کے پیروکاروں کو مقلد اور اسلام کو ایک تقلیدی دین تصور کرتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ اس کی اکبر کے اختراع کئے ہوتے مذہب دین الہٰی کی طرف رغبت اور اس کی پیروی ہے۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اکبر کے امی ہونے کے بارے میں وہ یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ ظاہری علوم کی تحصیل کے بغیر ہی اکبر تمام فیوض کا سرچشمہ تھا اور اس میں اللہ کی یہ حکمت شامل تھی کہ علماء پر ظاہر ہو جاتے کہ اکبر کی تمام عقل و دانش خدا داد اور الہامی ہے [۲۱] اس طرح سے ابوالفضل نعوذ باللہ اکبر کو پیغمبروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ بہر حال ابوالفضل کے زمانے میں کشمیر کے مذہب اسلام (جس کو وہ تقلیدی دین کہتا ہے) سے وابستہ بیشتر لوگ سنی تھے جن میں بعض امامی اور کچھ نور بخشیہ مسلک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ابوالفضل کے زمانے میں آپس میں بڑی کشیدگی موجود تھی۔ آئین اکبری سے ماخوذ یہ عبارت ملاحظہ ہو:-

"جا ماندگان چہار دیوار تقلید، بسیاری سنّی و برخی امامی و نور بخشی" آویزۂ دشمنی میان اینان بیشتر از توران و ایرانی۔ [۲۲] آئین اکبری میں ابوالفضل نے اجمالاً کشمیر کے ازمنۂ قدیم سے لیکر اکبر کے زمانے تک کے تاریخی حالات اور اہم واقعات رقم کئے ہیں۔ یہ تاریخی حالات اپنی جگہ کافی اہم

ہیں لیکن ان میں بعض جگہوں پر کافی اختلافات اور تاریخی اعتبار سے بڑی خامیاں نظر آتی ہیں مثلاً کشمیر میں سلطان شمس الدین شہمیر کی تخت نشینی کا سنہ ۷۱۵ھ درج ہے[23] جبکہ ایک اور جگہ ۷۴۲ھ ثبت کیا گیا ہے[24]۔ ابوالفضل نے کم و بیش تمام کشمیری بادشاہوں کی تخت نشینی کے سنوات غلط درج کئے ہیں۔ میرزا حیدر دوغلت کی پہلی بار کشمیر پر فتح کا سنہ ۹۲۰ھ درج کیا ہے[25]۔ جبکہ یہ سنہ ۹۳۹ھ ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ ابوالفضل نے تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ ان تاریخی خامیوں اور اختلافات سے قطع نظر کشمیر کے جغرافیائی حالات کے علاوہ لوگوں کے رہن سہن کے متعلق جو تفصیل اس عظیم المرتبت مورخ نے دی ہے اکبر کے زمانے تک ان کی طرف کسی دوسرے مورخ نے اپنی توجہ مبذول نہیں کی تھی حتیٰ کہ کشمیر کے مقامی مورخین نے بھی تاریخی حالات تحریر کرنے کے سوا دوسری اطلاعات خاص طور پر جغرافیائی حالات تحریر کرنے سے چشم پوشی کی ہے جو تاریخ نویسی کے ضمن میں ان مورخین کی ناآشنائی ظاہر کرتی ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ ابوالفضل کی فراہم کی ہوئی اطلاعات کے مقابلے میں ان کی تحریریں ناقص معلوم ہوتی رہیں۔

ابوالفضل کشمیر کی بعض اہم جگہوں، عبادت گاہوں، خانقاہوں، مندروں اور لالہ زاروں کا اس طرح ذکر کرتا ہے کہ ان کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی ہے۔ شہر سرینگر کے قریب پانپور کے علاقے کا ذکر کرتے ہوئے وہ جب یہاں کے زعفران زاروں کا ذکر چھیڑتا ہے تو اس کے جزویات کی تفصیل تحریر کرنا نہیں بھولتا۔ وہ زعفران کی کاشت کا طریقہ۔ زعفران کے پھول کھلنے کے موسم اس کے اقسام اور رنگ و بو غرض اس کے ساتھ وابستہ تمام چیزوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور لکھتا ہے:۔

"در موضع پنپور از مضافات ویہی۔ دہ دوازدہ ہزار بیگہ زمین زعفران زار و نظر فریب دشوار پسندان۔ آخر ماہ فروردین و ہنگی اردی بہشت ہنگام کشت و کار آن زمین را قلبہ رانده نرم گردانند و بکلنند قطعہ زمین آمادہ کشت گردانند و بیاز ہای زعفران بخاک درنشانند۔ بیک ماہ سر

گرددودر آخر مہر ماہ الٰہی بکمال رسد واز یک وجب زیادہ نبالد تفتلہ سفید فام باشد و چون یک انگشت یا لش نماید۔ آغاز گل کند و یکی پس از دیگری تا ہشت گل عشرت آورد و شش برگ سوسنی دارد۔ بیشتری میان شش نار۔ سہ زرد گون و سہ لعل فام۔ و زعفران عبارت از سہ پیسین۔ و چون گل سپری گردد۔ سبزی برتنہ پدید آید و از یکبار کشتن شش سال گل بر دہد۔ در سالِ اول کم و در دوم دہ سی آید و در سیوم بکمال رسد تا شش سال و پیاز بیخ بر کنند۔ اگر ہما جا نگاہ دارند پایہ پایہ کمی پذیرد لیکن بر آوردہ بہ دیگر جا بکار برند[26]۔

ابوالفضل جہاں مسلمانوں کی متبرک جگہوں، خانقاہوں اور زاویوں کا بڑی دلچسپی کے ساتھ ذکر کرتا ہے وہاں کشمیر میں رہنے والے دوسرے ادیان سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی عبادت گاہوں و تیرتھوں اور مذہبی تہواروں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اس نے پہلگام کے قریب عیش مقام کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں ایک بلند پہاڑی پر ایک غار موجود ہے جہاں کشمیر کے ایک برگزیدہ صوفی حضرت بابا زین الدین ریشی فروکش ہو چکے تھے۔ ان کی خلوت نشینی تک یہ پہاڑی بے آب و علف تھی۔ حضرت بابا صاحب اسی غار میں زندگی کے آخری ایام تک مصروف عبادت تھے۔ آخر کار غار کو ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا اور خود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گئے۔ چنانچہ ابوالفضل لکھتا ہے۔

"در موضع اش خلوت کدہ بابا زین الدین ریشی است۔ در کمر کوہ واقع گویند در باستانی زمان این کوہ آب نداشت۔ چون نشیمن ایشان شد چشمہ تراوش نمود۔ دوازدہ سال درین خلوت کدہ بودند۔ آخر گران سنگی بہ در غاری نہادہ بیرون نیامدند و ہیچ کس نشان نیافت[27]۔

کشمیر کے سر بر آوردہ اس صوفی اور عارف کے متعلق یہ اطلاعات درج کرنے کے بعد ابوالفضل پہلگام سے آگے بلند و بالا پہاڑیوں میں ہندوں کی ایک متبرک تیرتھ امرناتھ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں ایک غار میں برف سے مہادیو کا پیکر بنتا ہے۔ اس کی تفصیل ابوالفضل یوں درج کرتا ہے۔

Scanned by CamScanner

"در درمیان تبت کلان و پرگنہ مذکور رفار لیست و دران از سنگ ہیکری است ۔ امرنات نام بزرگ پرستش جا انگارند ۔ چون ماہ از تحت الشعاع برآید ۔ درآن غار حباب واری از سنگ پدید آید و ہر روز قدری افزاید تا پانزدہ روز و زیادہ بہ دوگز الہیٰ رسد ۔ و چوں ماہ بہ کمی گراید آن صورت نیز کاستن گیرد ۔ چنانچہ انجام ماہ اثری نماند ہیکر مہا دیو انگارند و برآمد کار ہا را دستمایہ دانند۔"[28]

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابوالفضل نے کشمیر کے عام لوگوں کا رہن سہن ان کے آپسی طور طریق، ان کا میل و ملاپ، اٹھنا بیٹھنا، کھانے پینے کے آداب غرض ہر چیز کا بغور جائزہ لیکر اس کو اجمالاً آئین اکبری میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ کشمیر میں سخت موسم سرما اور برفباری کی وجہ سے سبزیوں کی کم فراہمی کے پیش نظر لوگ موسم خزاں میں ہی سرما کے لئے سبزیاں خشک کر کے رکھ لیتے ہیں اور یہ رسم آج بھی موجود ہے ۔ ابوالفضل جہاں کشمیریوں کے بارے میں یہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ چاول کھانے کے عادی ہیں اور صبح کا پکایا ہوا چاول شام کے لئے بھی رکھ لیتے ہیں اور یہ رسم آج بھی موجود ہے۔ ابوالفضل جہاں کشمیریوں کے بارے میں یہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ چاول کھانے کے عادی ہیں اور صبح کا پکایا ہوا چاول شام کے لئے بھی رکھ لیتے ہیں وہاں یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ یہ لوگ سبزیاں خشک کر کے رکھ لیتے ہیں۔ آئین اکبری کی فارسی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"بیشتر خورش برنج و شراب و ماہی و گوناگون سبزی، بیشین خشک کردہ نگاہدارند۔ برنج پختہ را شب گذارندہ بخورند ۔"[29]

جہاں تک علم و دانش میں کشمیریوں کی مہارت کا تعلق ہے ابوالفضل کے بقول اکبر کے زمانے میں یہاں کے علماء اور دانشوروں کو علوم متداولہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اتنا ہی نہیں بلکہ طب اور نجوم کے میدان میں کشمیر کے دانشور ہندوستانی اطبا اور منجمین کے ساتھ مطابقت اور مماثلت رکھتے تھے۔[30]

وسائل حمل و نقل کے بارے میں ابوالفضل لکھتا ہے کہ بوجھ کشتیوں پر لادا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ یہاں کے لوگ اپنی کمر پر بوجھ اٹھا لیتے ہیں اور میلوں اور فرسنگوں کا راستہ پیدل طے کر لیتے ہیں

Scanned by CamScanner

"مدار بار کشی بر کشتی و آدم گران بار ہا بر پشت کرہ وہ نوردی نماید۔ ملاح و درود گر را دکان بس گرم۔"[۳۱]

ابوالفضل کے زمانے میں کشمیر میں گویئے اور موسیقار بڑی تعداد میں موجود تھے ان کی رس بھری آواز دل پر نشتر کا کام کرتی لیکن ابوالفضل کے بیان کے مطابق یہ ایک ہی آہنگ میں ایک نواخت، گاتے تھے لکھا ہے :-

"خنیاگران فراوان لیکن بیک آہنگ سرایند و باہر یک نالہ الیست کہ ناخن بر جگر زند۔"[۳۲]

بہر حال کشمیر کے سیاسی سماجی اور اقتصادی حالات سے متعلق ابوالفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ میں متعدد جگہوں پر بڑے دلچسپ اطلاعات یکجا کر کے فراہم کی ہیں اگرچہ ان میں سے بعض اطلاعات تاریخی صداقت کی محتاج ہیں لیکن ان میں سے اکثر اطلاعات ایسی ہیں جو صرف ابوالفضل کی تاریخ سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں بلکہ کسی دوسرے ذرایع سے نہیں۔ اگر بالفرض ابوالفضل نے اکبر نامہ اور آئین اکبری جیسی گران قدر تصنیف میں کشمیر سے متعلق یہ حالات تحریر نہ کیے ہوتے تو آج ہم بے شک ان بیش بہا اطلاعات سے محروم رہتے۔

Scanned by CamScanner

حوالہ جات

۱۔ آئین اکبری ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین احمد ص ۶۳۔

۲۔ اکبرنامہ ۱/۱۹۷ (فارسی)۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔

۳۔ آئین اکبری ۲/۵۶۲ (فارسی)۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔

۴۔ آئین اکبری ۲/۵۶۲۔

۵۔ انتخاب از آئین اکبری۔ ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین احمد ص ۶۴۔

۶۔ انتخاب از آئین اکبری۔ ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین احمد ص ۶۴۔

۷۔ توزک جہانگیری ص ۶۔ ۳۰ نولکشور بر ماثر جہانگیری ص ۱۳۰ میں بھی کم و بیش یہی عبارت درج ہے۔

۸۔ انتخاب از آئین اکبری۔ ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین ص ۶۳۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ انتخاب از آئین اکبری۔ ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین ص ۶۲۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ توزک جہانگیر۔ ماثر جہانگیری از کامگار حسینی ص ۲۹۸۔

۱۳۔ انتخاب از آئین اکبری۔ ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین ص ۶۲۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ مسلک الاخیار از مرفی (قلمی) کتب خانہ مخطوطات کشمیر یونیورسٹی شمارہ ۱۳ ص ۵۲۔

۱۶۔ انتخاب از آئین اکبری ارمغان ہند از ڈاکٹر شمس الدین ص ۶۳۔

۱۷۔ آئین اکبری ۱/ ۱۱۵

Scanned by CamScanner